سورہ روم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ | ایت نمبر(۳۱-۳۲)

وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ○ مِنَ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ وَكَانُوۡا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزۡبٍۢ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ ○

ترجمہ: اور نہ ہو جانا تم مشرکوں میں سے یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈال دی اپنے دین میں اور بٹ گئے فرقوں میں۔ ہر فرقہ اس (طریقے) پر جو ان کے پاس ہے مگن ہے۔

ربیع الاول کا دوسرا خطبہ

بمطابق ۲۶ فروری ۲۰۱۰

# خطبہ

# جمعة المبارک

# عنوان

## عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے آئینہ میں

زیر اہتمام شعبہ دینی امور جوہری ٹرسٹ (جامع مسجد محمدی نئی آبادی اثاری سروبہ لاہور)

نوٹ: ہم وضاحت کے ساتھ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ الحمد اللہ ہمارا کسی فرقہ کسی مسلک کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا عزم ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے سے انتشار اور افتراق (صوبائیت لسانیت فرقہ واریت) کو ختم کرنا ہے اور بہترین معاشرہ بنانے کیلئے ایک حقیری کوشش شروع کی ہے اس ادنیٰ سی کوشش کو آپ تک پہنچانے کیلئے خطبات کا سلسلہ ایک کڑی ہے امید رکھتے ہیں ہم اپنی اس کوشش میں آپ کو اپنے ساتھ پائیں گے اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور معاشرتی بہتری کیلئے زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

(تعاون: محترم جاوید اختر جوہری صاحب صدر جوہری ٹرسٹ)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ○

اَمَّا بَعۡدُ۔

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا ○ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیۡرًا ○ (۴۶/۳۳)

اے نبی ﷺ بے شک ہم نے بھیجا ہے تم کو گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ اور بلانے والا اللہ کی طرف اسی کی اجازت سے اور بنایا ہے تم کو روشن چراغ۔

صَدَقَ اللّٰہُ وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ ○

سامعین ذی وقار:

آج کے خطبہ جمعۃ المبارک کا عنوان عید میلادالنبی ﷺ حقیقت کے آئینہ میں ہے رب حق سے دعا ہے کہ رب ہمیں اپنے عنوان پر قرآن کے مطابق گفتگو کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دنیا کی کسی قوم کو لو۔ اس نے سال میں کچھ دن ایسے تجویز کر رکھے ہوں گے جنہیں وہ بطور قومی تیوہار منائے گی۔ قومی زندگی میں تیوہاروں کی تقریبات ایک خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ تیوہار در حقیقت کسی قوم کے اجتماعی جذبات کے اظہار کا ذریعہ ہوتے ہیں اور اظہار جذبات (بشرطیکہ وہ آئین وضوابط اور سنجیدگی وشرافت کی حدود سے تجاوز نہ کرے) انسانی ذات کی نشونما کیلئے نہایت ضروری ہے۔

محترم سامعین:

تیوہار عام طور پر کسی اہم واقعہ کی یاد میں منایا جاتا ہے جس واقعہ کی یاد میں کوئی قوم اپنا تیوہار مناتی ہے اس سے اس امر کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس قوم کی نزدیک زندگی کے مختلف عناصر کی اہمیت کا معیار کیا ہے۔ مثلاً ہندوستان کی ابتدائی آریہ قوم زراعت پیشہ تھی۔ اس لیے انہوں نے جہاں گنگا جمنا جیسے دریاؤں، بڑ اور پیپل جیسے درختوں کو اپنا دیوتا اور زمین (دھرتی) ماتا بنایا، وہاں موسموں کے تغیرات کے اوقات (بسنت ہولی وغیرہ) کو قومی تیوہار قرار دے لیا۔ اسلامی زندگی میں سب سے بلند اور عظیم مقام قرآن کریم کو حاصل ہے۔ اس لئے ان کے ہاں نزولِ قرآن سے زیادہ اہم واقعہ اور کونسا ہو سکتا تھا جسے ملی تیوہار کی حیثیت حاصل ہوتی۔ اس ضمن میں خود اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ۔

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ ہُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ ○ (۵۸/۱۰)

''ان سے کہہ دو کہ (قرآن کا ملنا) اللہ کے فضل اور رحمت سے ہے۔ انہیں چاہیے کہ اس پر خوشیاں منائیں۔ یہ ہر اس شے سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔

قرآن کے بسیط حقائق اور نظری قوانین کو ایک جیتے جاگتے عملی نظام کی شکل میں سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے پیش کیا۔ اس لیے نزول قرآن کی یاد منانے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس ذات اقدس اعظم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو بھی سامنے لایا جائے جس نے قرآنی حقائق کو محسوس پیکروں میں متشکل کر کے دنیا کو دکھا دیا کہ اس نظام کے نتائج نوع انسانی کے حق میں کس قدر حیات بخش اور انسانیت ساز ہیں۔ ہمارے ہاں اس حقیقت کبریٰ کی یاد تازہ کرنے کیلئے حضور ﷺ کے یومِ پیدائش کو بطورِ جشن مسرت (ملی تیوہار) منایا جاتا ہے جسے عام طور پر عید میلادالنبی ﷺ کہا جاتا ہے یہ تقریب حضور ﷺ کے یوم پیدائش سے متعین ہوتی یا یوم وفات سے، واقعہ ہجرت کی یاد میں ہوتی یا تکمیلِ دین کی مناسبت سے۔ ہمارے نزدیک اس سے اصل حقیقت پر کچھ فرق نہیں پڑتا، نہ پڑ سکتا ہے مقصود و مطلب بہر حال، قرآنی حقائق کی روشنی میں حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کو دنیا کی نگاہوں کے سامنے لانا ہے۔ اگر ہم اس مقصد کے لئے اس تقریب سعید کو مناتے اور اسی انداز و اسلوب سے آپ ﷺ کی سیرت مقدسہ کو دنیا کے سامنے پیش کرتے، تو آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ اگر ہم اب بھی اس تقریب کو اس انداز سے منائیں اور دنیا کے سامنے خالص قرآن کی تعلیم اور اس کی روشنی میں حضور ﷺ کی سیرت کو پیش کریں، تو میں علیٰ وجہ البصیرت، دل کے پورے یقین سے، کہہ سکتا ہوں کہ پوری نوع انسان اس تقریب کو منانے لگ جائیں۔ اس لئے کہ میرے گھر کا دیا میرے صحن خانہ کو روشن کرتا ہے، اس لئے وہ صرف میرا دیا کہلاتا ہے۔ لیکن سورج ساری دنیا کو روشن کرتا ہے اس لئے وہ پورے عالم انسانیت کا مشترکہ چراغ ہوتا ہے۔ کسی خاص فرد، خاندان، قبیلہ، قوم یا ملک کا سورج نہیں ہوتا۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن نے یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا ○ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیۡرًا ○ (۴۶/۳۳)

کائنات میں قانون کی کارفرمائی کے تصور نے ہر قسم کی توہم پرستی کا خاتمہ کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں کوئی حادثہ یونہی ہنگامی طور پر رونما نہیں ہوتا بلکہ سلسلہ علت

ومعلول کے مطابق ہوتا ہے۔اس حقیقت نے ہر ذہن کو دعوتِ غور وفکر دی اور اس طرح، خدا کے اس صحیح تصور سے سائنٹفک دور کا آغاز ہو گیا اور علم انسانی کے لیے تحقیق وکاوش کے لا انتہا راستے کھل گئے۔

مذہب کی دنیا میں خدا کے بعد رسول ﷺ کا درجہ آتا ہے۔ رسالتِ محمد ﷺ سے پہلے، اقوامِ عالم نے اپنے مذہب کے بانیوں کو انسانی سطح سے اٹھا کر، خدائی مسند پر بٹھا دیا تھا۔ ہندو اپنے رشیوں کو پرمیشور کا اوتار مانتے تھے، زرتشتیوں کا میترا خود خدا مانا جاتا تھا، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ

اے نبی ﷺ ہم نے تجھے (اقوامِ عالم کے اعمال کا) نگران، زندگی کی صحیح روش پر چلنے کے خوش گوار نتائج کی خوش خبری دینے والا اور غلط راستے پر چلنے کے تباہ کن عواقب سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور خدا کے قانون کے مطابق لوگوں کو خدا کی طرف بلانے والا اور دنیا کو روشن کرنے والا سورج۔

محترم سامعین:

نبی اکرم ﷺ سے پہلے، حضرات انبیاء کرام مختلف قوموں کی طرف آتے تھے (اس کہ اس وقت ابھی انسان کی نگاہ اتنی وسیع اور اس کا ذہن اتنا بلند نہیں ہوا تھا کہ وہ تمام نوعِ انسان کی عالم گیر برادری کے تصور کو اپنا سکتا)۔ لیکن آپ کا ظہور تمام عالم انسانیت کے لئے تھا (اور خدا کے آخری نبی کا ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تھا)۔ اس لئے قرآن نے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا کہ

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ○ (۲۸/۳۴)

""اور ہم نے تجھے تمام نوعِ انسان کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے" اس کی تشریح دوسری جگہ ان الفاظ سے کر دی کہ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (۱۵۸/۷)

عالمِ انسانیت کو مخاطب کر کے کہہ دو کہ میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

سامعین ذی وقار:

بارہ ربیع الاول کو مسلمان رسول اللہ ﷺ کی پیدائش پر اپنے اپنے انداز میں خوشیاں مناتے ہیں ہر مسلمان کا بنیادی حق ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش پر خوشی منائے۔

میرے نزدیک دنیا کے لیے جشنِ مسرت کی تقریبات دو ہی ہیں۔ ایک نزول قرآن کی عید اور دوسری عید میلاد النبی ﷺ۔ اور یہ دونوں تقریبات بھی ایک سکہ کے دو رخ اور ایک ہی اصل کی دو شاخیں ہیں، اس لیے کہ نہ رسول اللہ ﷺ کو قرآن سے الگ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی قرآن کو رسول اللہ ﷺ سے جدا۔ قرآن قلب محمدی ﷺ پر نازل شدہ وحی خداوندی کا نام ہے اور رسول اللہ ﷺ قرآنی سیرت کے درخشندہ پیکر۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے صرف احکام وقوانین ہی عطا نہیں کیے بلکہ سیرت محمد ﷺ کے اصولی گوشوں کو بھی اپنے دامن میں محفوظ کر لیا ہے۔

قرآن نے ان تمام تفاصیل کو جس حسن خوبی سے ایک فقرہ میں سمٹا کر رکھ دیا ہے جب نگہ بصیرت اس پر غور کرتی ہے تو اس پر والہانہ وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

سورہ اعراف میں بعثتِ محمدی ﷺ کی غایت ومقصود کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے کہا ہے کہ

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۱۵۷/۷)

وہ نوعِ انسان کے سر سے تمام بوجھ اتار کر رکھ دے گا جس کے نیچے وہ دبی ہوئی چلی آ رہی ہے اور ان تمام زنجیروں کو توڑ دے گا جن میں وہ جکڑی ہوئی ہے۔

بعثتِ محمد ﷺ کی وہ عظیم غایت، جسے قرآن نے اس ارتکاز واختصار سے ان چند الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ تم اگر غور کرو گے تو یہ حقیقت نکھر کے سامنے آ جائے گی کہ رسالتِ محمد ﷺ ایک حدِ فاصل ہے زمانہ قدیم اور دورِ جدید میں۔ اس سے پہلے کی انسانی تاریخ در اصل داستان ہوا تھا، بایں نمط کہ وہ اپنی مرضی سے ایک قدم بھی ادھر اُدھر نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ زنجیریں وہ تھیں جن میں انسان کا دل اور دماغ دونوں ماخوذ تھے۔ ان سے نہ اس کے ذہن میں صحیح فکر و پرورش پا سکتی تھی، نہ ہی اس کے سینے میں حسین اور خوشگوار جذبات کی بالیدگی ممکن تھی۔ قصہ بنی اسرائیل میں دیکھو، قرآن نے ان مسیطرانِ نوعِ انسانی کا تذکرہ کس شرح وبسط سے کیا ہے جو انسانی قلب ودماغ پر بری طرح مسلط رہتے ہیں۔ فرعون استبداد وملوکیت کا مجسمہ (کہ جس کا نام آج تک بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے) ہامان، مذہبی پیشوائیت کی دسیسہ کاریوں کا نمائندہ (جس کی سحر کاری کی بنیاد پر قصرِ فرعونیت استوار تھا) اور قارون، سرمایہ داری کی لعنت کا نمائندہ (جس نے خود اپنی قوم کے لہو کا آخری قطرہ تک چوس لیا تھا) اس میں شبہ نہیں کہ ان میں سے ہر سنگِ گراں انسانیت کی ہڈیاں توڑ دینے کے لیے کافی تھا۔ لیکن جس انداز سے مذہبی استبداد اس کے دل ودماغ پر مسلط ہو رہا تھا اس کی مثال دوسرے شعبوں میں بھی نہیں مل سکتی تھی۔ رسالتِ محمد ﷺ کا سب سے بڑا معرکہ آرا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے فکرِ انسانی کو زنجیروں سے آزاد کیا۔ اس مقام پر شاید تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اسلام تو خود ایک مذہبی تحریک ہے۔ اس

لیے اس نے انسان کو "مذہب" کے چنگل سے کس طرح چھڑا دیا؟ اگر کوئی دہریہ یہ کہے کہ میں نے فکرِ انسانی کو مذہب کی گرفت سے آزاد کرایا ہے تو اس کا یہ دعویٰ قابلِ فہم ہوگا۔ لیکن ایک مذہبی تحریک کا یہ دعویٰ کس طرح قابل پذیرائی سمجھا جاسکتا ہے؟ تمہارے دل میں اس خیال کا پیدا ہونا بجا ہے۔ لیکن حقیقت وہی ہے۔ جو پہلے میں عرض کر چکا ہوں۔

یہ مقام ذرا مشکل ہے اس لیے اسے غور سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

مذہب کی دنیا میں بنیادی تصور خدا کا ہے۔ اس تصور کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ کسی قوم میں جس قسم کا خدا کا تصور ہوگا اس کے مطابق اس قوم کی تہذیب اور معاشرت، ذہنیت اور نفسیاتی کیفیت ہوگی۔

رسالتِ محمدیہ ﷺ سے پہلے مذاہب کی دنیا میں خدا کا تصور ایک مستبداد اور مطلق العنان حکمران کا سا تھا، جو نہ کسی قاعدے کا پابند تھا نہ قانون کا۔ جس کے ہاں نہ کوئی آئین تھا نہ دستور۔ وہ جو جی میں آئے کرتا تھا اور جس قسم کا جی چاہے حکم دے دیتا تھا۔ دنیا کے عام شہنشاہوں کی طرح اس کی بھی یہ کیفیت تھی کہ (سعدی کے الفاظ میں) گاہے بہ سلامے برنجند وگاہے بہ دشنامے خلعت بہ بخشند۔ اس کے ہاں سے بطورِ استحقاق کچھ طلب کرنا تکبر ونخوت سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے کہ وہ جسے کچھ دیتا تھا اپنی خوشی سے، بطورِ احسان دیتا تھا۔ لہٰذا انسان کی ہر وقت کوشش یہ رہتی تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح خدا کو خوش رکھے (انسانی بادشاہوں کی طرح) اسے خوش کرنے کے لیے کبھی اس کی شان میں حمد وستائش کے قصیدے پڑھے جاتے تھے اور کبھی اس کے حضور گڑگڑا کر رحم کی درخواستیں گزاری جاتی تھیں۔ کبھی اس کی بارگاہ میں نذرانے پیش کیے جاتے تھے اور کبھی اسے قربانیوں سے خوش کیا جاتا تھا۔ پھر دنیا کی بادشاہوں کی طرح، خدا کا دربار بھی ہوتا تھا جس میں مقربین اس گردوپیش بیٹھتے تھے۔ باہر حاجب ودربان ہوتے تھے۔ لہٰذا عام انسان کے لیے اس تک براہِ راست پہنچنا ناممکن تھا۔ اسے، خدا تک اپنی بات پہنچانے کے لیے وسیلوں اور سفارشیوں کی تلاش کرنی پڑتی تھی۔ یہ سفارشی وہ مقرب تھے جو خدا کے دربار میں موجود رہتے تھے۔ ان کی سفارش سے عوام کے کام نکلتے تھے۔ عوام کو ان کی سفارش حاصل کرنے کیلئے بھی بہت کچھ کرنا پڑتا تھا۔ غرضیکہ اس قسم کا خدا اور اس کے یہ تمام مقربین، انسان کیلئے مستقل ھوا بنے رہتے تھے۔

محترم سامعین:

آپ ذرا غور کریں! کہ اگر کسی ذی حس انسان کو اس قسم کے بادشاہ کے زیرِ حکومت چار دن بھی گزارنے پڑیں تو اس کے احساس انسانیت کا حشر کیا ہوگا؟ اور اگر اسے اس دنیا کی پوری زندگی اور اس کے بعد کی زندگی دونوں اس قسم کے خدا کی حکومت میں بسر کرنی پڑیں جس میں ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہے کہ، اب چھری صیاد نے لے لی، اب قفس کا در کھلا، تو اس میں اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ یہ تھیں وہ ناقابلِ برداشت پتھر کی سلیں جن کے نیچے انسانیت دبی چلی آرہی تھی۔ اور یہ تھیں وہ استخوان شکن زنجیریں جن میں انسان جکڑا ہوا تھا۔ رسالتِ محمدیہ ﷺ نے آکر خدا کا ایسا تصور دیا جس سے مجبور ومقہور انسان ان تمام اغلال وسلاسل سے آزاد ہو کر شرفِ انسانیت سے ہم آغوش ہوگیا۔ اس نے بتایا کہ بے شک خدا، لاانتہا قوتوں کا مالک اور اپنے ارادوں اور فیصلوں میں مختارِ مطلق ہے، لیکن اس نے نظم ونسق کائنات اور انسانی سعی وعمل کے نتائج کے لیے ایسے اٹل قوانین بنا دیے ہیں جن میں کہیں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا (٢/٢٥)

اس نے ہر شے کو پیدا کیا اور پھر اس کیلئے پیمانے مقرر کر دیے۔ یہ "قدر" یا پیمانے ہی ہیں جنہیں دورِ حاضر کی اصطلاح میں قانون کہا جاتا ہے (قانون سے مراد وہ قانون نہیں جس کی عدالتوں میں مٹی پلید ہوتی ہے۔ بلکہ وہ قانون جس کے مطابق کارگہء کائنات اس حسنِ خوبی سے چل رہا ہے)

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (٣/٦٥)

یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے ہر شے کے لئے ایک قانون بنا دیا ہے لہٰذا یہاں کسی مستبد حاکم کی مطلق العنانی کارفرما نہیں۔ یہاں ہر کام قاعدے اور قوانین اور آئین ودستور کے مطابق ہوتا ہے۔ جسے ہم "امر اللہ" یا خدا کا حکم کہتے ہیں، جب وہ عالم محسوسات میں کارفرما ہوتا ہے تو قوانین کی حدود میں محدود ہو جاتا ہے۔

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (٣٨/٣٣)

ظاہر ہے! جہاں ہر کام قانون کے مطابق سرانجام پاتا ہو وہاں نہ کسی کی خوشامد درآمد کی ضرورت ہوتی ہے، نہ رشوت اور نذرانے کی، وہاں نہ کسی وسیلے کی احتیاج ہوتی ہے نہ کسی سفارش کی تلاش، وہاں نہ کسی سے بے انصافی ہوتی ہے نہ کسی کی رورعایت۔ اس اندازِ حکومت میں،

لَا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (٤٨/٢)

پھر یہ قانون بھی اس طرح نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ جس طرح سنکھیا کھانے سے ہلاکت اور پانی پینے سے پیاس کی تسکین ہو جاتی ہے۔ اس میں نہ کسی عدالت میں جانے کی ضرورت پڑتی ہے نہ کورٹ فیس لگانے کی حاجت، نہ گواہ بلانے کا مطالبہ ہوتا ہے، نہ دستاویزیں پیش کرنے کا تقاضا۔

ادھر عمل سرزد ہوا، اُدھر اس کا نتیجہ مرتب ہونا شروع ہو گیا۔

ذرا آپ سوچیں! کہ اس قسم کی فضا میں انسان کو کس قدر حریت اور آزادی نصیب ہوتی ہے اور اس کی پیشانی میں سربلندیوں اور سرفرازیوں کے کتنے عظیم عرش جھلک اٹھتے ہیں۔ اس میں قانون کی اطاعت کرنی ہوگی اور بس۔ اس میں کسی فرد کی غلامی اور محکومی کا سوال ہی نہیں ہوگا۔ نہ ہی وہ تذبذب اور اضطراب جو مستبد شہنشاہ قسم کے ''خدا'' کے تصور کے ماتحت ہر وقت سینہ آدم میں آتش خاموش کی طرح سلگتا رہتا تھا کہ نہ معلوم وہ کس بات سے ناراض ہو جائے اور اس کا نتیجہ کیا ہو؟ اب ہر شے کے پیمانے مقرر ہیں۔ ان پیمانوں (قوانین) کا علم حاصل کیجئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ فلاں عمل کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد آپ کا ہر قدم حتم ویقین کے ساتھ اٹھے گا اس حتم ویقین کے ساتھ کہ دنیا خواہ ادھر سے اُدھر ہو جائے جس قانون کا رشتہ آپ نے تھاما ہے وہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔

محترم سامعین:

آیئے تفصیل کے ساتھ عید میلاد النبی ﷺ کی قرآن کی نظر میں سنتے ہیں دنیا کے سارے مسلمانوں کو خوشی منانے کا حق حاصل ہے کوئی مسلم رسول اللہ ﷺ کی پیدائش پر خوشی نہ منائے یہ ناممکن ہے لیکن مسلمانوں خوشی کی آڑ میں ہم اللہ کو ناراض نہیں کر سکتے ہیں یعنی ایسے کام نہیں کر سکتے جن سے قرآن نے منع کیا ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا خوشی دنیا کے سارے مسلمان مناتے ہیں لیکن منانے کے انداز اپنے اپنے ہیں ہم بھی عید میلاد النبی ﷺ منانے کے قائل ہیں اور مناتے ہیں لیکن انداز سب سے جدا ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ پر درود پاک پڑھو اگر زیادہ نہیں ہو سکتا کم از کم ایک تسبیح ہر نماز کے بعد تو پڑھو لیکن افسوس صد افسوس مسلمان سال میں ایک گھنٹہ بھی اپنی آخرت سنوارنے کیلئے نہیں دے سکتا اس لئے ہم نے انداز پسند کیا ہے کہ سب مسلمان پیدائش کی خوشی میں پیدائش کے دن تقریب شروع ہونے سے پہلے کم از کم ایک گھنٹہ مسجد میں بیٹھ کر درود پاک پڑھیں اور الحمد اللہ تین سال سے ہم ایسا ہی کرتے ہیں کہ سب احباب کو تسبیحات دیتے ہیں آپ ﷺ پر صحیح طریقے سے درود پڑھا جاتا ہے پھر بیان اور دعا ہوتی ہے اللہ سے دعا ہے اللہ ہمیں حضور ﷺ کی سیرت طیبہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین یارب العلمین

وما علینا الا البلوغ